جناب السید خلیل الجیلانی

موت کے بعد آنے والی زندگی کا تجزیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی نظر میں

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں "انسان" کو "اشرف المخلوقات" کا ایسا رتبہ دیا ہے جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیا گیا: مزید یہ بمصداق قولہ تعالیٰ "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ" انسان کو ایسی قوت عطا کی ہے جسے "قوت دراکہ" کہتے ہیں: جس کے ذریعہ وہ اچھی اور بری چیز کو ادراک کرسکتا ہے۔ یہ عنایت ایزدی ہے جس کی مدد سے انسان اپنی سہولت و آسانی کے لئے ہزاروں، لاکھوں ٹن کے کارخانے و فیکٹریاں قائم کرسکتا ہے اور ہزاروں میل چند گھنٹوں میں طے کرلیتا ہے:

غور سے دیکھا جائے تو "قوت دراکہ" بظاہر تو چھوٹی چیز ہے لیکن ان کے کارنامے، نتائج و آثار کتنے بڑے بڑے ہیں۔ ملکی دفاع کا خیال ہوا تو ٹینک، توپیں، مشین گنیں، ہوائی جہاز، بارود وغیرہ تیار کرلئے۔ رہنے کا سوال پیدا ہوا تو یہ سو سو منزلوں کی بلڈنگیں، خورد و نوش کا مسئلہ درپیش ہوا تو یہ جاگیریں، جائدادیں، اپنالیں اور کھیتی باڑی کرکے اناج سے گودام بھرلئے۔ علم و دانش جو کہ ماہیت انسانی کے لئے ضروری ہے۔ جب ان کے افادہ کی ضرورت پیش آئی تو ہزارہا کتابیں تصنیف کرڈالیں:

غرض کہ کئی کئی قسم کی ایجادات ایجاد کرلیں۔ لیکن، یہ باغ ہوں، باغیچے ہوں، محلات

ہوں، میوات ہوں جاگیریں ہوں جائدادیں ہوں، فیکٹریاں ہوں کارخانے ہوں، دوکان ہوں گودام ہوں۔ سب کے سب فانی ناپائدار اور بے بقا ہیں۔ ایک دن ایسا آئے گا جو یہ سارے کے سارے فنا ہو جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "جو کچھ زمین پر ہے وہ فانی ہے صرف تیرے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی شان اور بزرگی والا ہے۔"

ان کے فانی اور نہ ہونے کا نام "موت" ہے۔ جو ضروری الوقوع ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "موت تو ہر حالت میں اپنے مقررہ وقت پر ضرور آتی ہے" جس کو ہر ایک آدمی جانتا ہے! جب "موت" ضروری الوقوع ہے تو انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس دنیا میں، اچھا کاروبار کرے اور وقتاً فوقتاً موت کو یاد کرتا رہے!

یادِ موت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اکثروا من ذکر هاذم اللذات" اس کے معنی یہ ہیں کہ لذتوں کو مکدر کرنے والی (موت) کی یاد اکثر کرتے رہو اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ حضرت عطاء خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مجلس پر ہوا جس میں ہنسی کی آواز بلند تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس مجلس میں لذات کی مکدر کرنے والی چیز کا ذکر شامل کرو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ لذات کی مکدر کرنے والی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "موت" ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب "موت" کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد میں خون ٹپکنے لگتا۔

حضرت ربیع بن خیثمؒ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی۔ ہر روز کئی بار اس میں لیٹا کرتے تھے۔ اس طرح ذکر موت کی مداومت کرتے[1]!

حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

---

[1] احیاء العلوم ص ۵۸۳ - ۵۸۴

ہے کہ " جو شخص اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی رہنا چاہتا ہے اس کو ہر وقت "موت" کو یاد رکھنا چاہئیے کیونکہ اس کی یاد اور ذکر مصائب و آفات کو آسان کر دیتی ہے" دوسری جگہ فرمایا کہ "موت کی یاد نفس کے امراض کی دوا اور اس کے سر کو پاش پاش کرنے کے لیئے گرز ہے"[۱]

یہ بات بدیہی کہ جب انسان موت کو علی المداومت یاد کرتا ہے تو وہ فکر اسباب عیش و عشرت نہیں کرتا بلکہ وہ اس دنیا کو چند دنوں کے لئے باقی سمجھتا ہے اور خود کو چند سانسوں کے برابر شمار کرتا ہے ؛

رُباعی

احسن جو تجھے عقل تو موت نہ بھول — کر موت کے سامان میں فکر معقول
ہے زندگی چند نفس مثل حباب — اس فانی حیات پر تو اتنا مت پھول

آخرت

ایک زندگی ہماری یہ ہے جس میں آجکل ہم جی رہے ہیں، کھا پی رہے ہیں، چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں جس کو "دنیا" کہا جاتا ہے اور دوسری زندگی وہ ہے جو "موت" کے بعد شروع ہوتی ہے جس کو آخرت، عقبیٰ اور "عاقبت" کہتے ہیں۔ اس کی تشریح و تمثیل یوں ہے:- یہ دنیا مثل ایک "ملک" کے ہے۔ انسان اس میں ایک مکلف مسافر کے مثل داخل ہوتا ہے اس کو اس میں بہت سارے کام اور کاروبار کرنے پڑتے ہیں۔ جب کاروبار بپا یہ تکمیل یا تنقیص پہونچ جاتا ہے۔ یعنی جب وہ اپنے مقصودی کاروبار میں کامیاب ہو جاتا ہے یا سبب تکاسل ناکام ہو جاتا ہے۔ تب اس کو ایک دوسرے ملک میں جانا پڑتا ہے (وہ آخرت ہے) لیکن ان دونوں ملکوں کے درمیان ایک بہت مشکل و سخت سرحد پار کرنی پڑتی ہے (وہ سرحد موت ہے) جس کو پار کرنے کے بعد سرحدی سپاہیوں سے سامنا ہوتا ہے (وہ سپاہی محتسب ملائکہ ہیں) جو سامان کی تفتیش لیتے ہیں (وہ سامان اعمال نیک و بد ہیں) اگر سامان صحیح نکلتا ہے تو ان کے آگے کا راستہ صاف ستھرا ہوتا ہے ورنہ وہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ " دنیا راہ دین کی منزلوں" میں سے ایک

---

[۱] الفتح الربانی ص ۲۱۳ - ۵۵ مجلس - ص ۵۵۱ - ۶۲ مجلس

منزل ہے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ کے مسافروں کی راہ گزر ہے صحرا کے کنارے پر! اور ایک راستہ بازار سے تاکہ مسافر اپنا زادِ راہ خرید سکیں! دنیا اور آخرت دو حالتوں سے مراد ہے! جو موت سے پہلے اور آدمی سے زیادہ نزدیک ہے اسے "دنیا" کہتے ہیں! اور جو مرنے کے بعد ہے اسے "آخرت" کہتے ہیں اور دنیا سے مقصود زاد "آخرت" ہے[1]!

یہ آخرت "قطعی الثبوت اور حق ہے۔ ان کے ثبوت کے لیے "نقلی و عقلی" دونوں طرح سے دلائل موجود ہیں!

نقلی دلائل :۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں "مرنے کے بعد جی اٹھنا ایسا ہی ہے جیسے نیند کے بعد جاگ اٹھنا"[2]

دوسری جگہ فرماتے ہیں "اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں پھر ان بادلوں کو ہم مردہ علاقے کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس کے ذریعہ زمین کو مردہ ہو چکنے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ بس اسی طرح (قیامت کے دن) جی اٹھنا ہوگا"[3]

تیسری جگہ یہ فرمان باری ہے کہ "چنانچہ تم زمین کو دلی ہوئی دیکھتے ہو جب اس پر پانی برستا ہے تو وہ تازی ہوتی ہے اور ابھرتی ہے۔ بس وہی اللہ جس نے اس مردہ زمین کو زندہ کر دیا اسی طرح مردوں کو بھی زندہ کر دے گا وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"[4]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

"یحشر الناس یوم القیامۃ علی ارض بیضاء عفراء کقرصۃ النقی لیس فیھا علم لاحد۔ متفق علیہ"

یعنی جمع کئے جائیں گے لوگ قیامت کے روز زمین پر کہ بہت سفید نہیں ہوگی بلکہ مائل بسرخی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کے (یعنی رنگ میں) نہیں ہوگا اس میں نشان کسی کا (یعنی عمارت و مکان)[5]

---

[1] کیمیائے سعادت، عنوان ۳، ص ۴۴ [2] سورۃ انعام ۲، رکوع ۳ [3] فاطر ۲، رکوع ۱ [4] حم السجدۃ، رکوع ۵ [5] مشکوٰۃ باب الحشر ص ۴۸۴۔

عقلی دلیل :۔ اس دنیا میں کتنی ہی ایسی قومیں اور افراد گذر چکے ہیں جو مظلوم اور صرف مظلوم مرچکے ہیں۔ اور بعض افراد ایسے بھی مرچکے ہیں جو ساری عمر ظلم و ستم کرتے کرتے انتقال کر گئے۔

اب عقل کیا کہتی ہے؟ کیا مظلوموں کا خون ناحق بہایا گیا؟ کیا ان کو کوڑوں سے مار مار کر خوامخواہ کچلا گیا؟ کیا ان کو تلواروں اور خنجروں سے بے سود ذبح کیا گیا؟ کیا ان کا حساب چکتو نہیں ہوگا؟

یا ایک ایسا دن آئے گا جو مظلوم اپنے خون کا حساب لیں گے اور ظالموں سے انتقام و بدلہ لے کر اپنے جگر کو ٹھنڈا کریں گے؟ عقل صرف یہ ہی فیصلہ دیتی ہے کہ ایسا دن ضرور آئے گا جو بےچارے مظلوم ۔ ظالموں سے اپنے لہو کا بدلہ لیں گے۔ ورنہ مظلوم مظلوم رہ جائے گا اور ظالم کو اپنا ظلم ہضم جائے گا!

اس مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ موت کے بعد ایک ایسی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس کو "آخرت" کہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے "موت" کیوں واقع ہوتی ہے اور موت کے بعد آنے والی زندگی یعنی "آخرت" میں انسان کی کیا کیفیت اور حالت ہوتی ہے! اور فلاسفر اسلام خصوصاً حکیم الہند امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں باتوں میں کیا رائے ہے!

موت کیوں واقع ہوتی ہے؟

جب اس دنیا سے انتقال کرنا ضروری ہے تو جاننا چاہئے کہ :۔ انسان میں ایک چیز ہے جس کے وسیلہ اور مدد سے وہ اس دنیا میں چلتا پھرتا ہے، جہاں خیال ہوا وہاں جا پہنچا، اچھے کپڑے پہنے، اچھی چیز کو اپنا لیا بری چیز سے بیزار ہوا وہ شئے "روح" ہے یہ ایسی چیز ہے کہ اگر انسان کو الوداع کر جائے تو سارے کے سارے کاروبار معطل ہو جائیں اور ان کی حرکات، سکنات ختم ہو جائیں اور اس کو "مردہ" کہیں گے! اسی طرف ناطق الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

"سرسری نظر میں "روح" کی حقیقت صرف اس قدر سمجھ میں آتی ہے کہ حیوانات

سکے لئے وہ ان کی زندگی کا سرچشمہ ہے جب تک کسی حیوان کے اندر "روح"
ہے وہ چلتا پھرتا ہے اور اس سے اختیاری حرکات صادر ہوتی ہیں جب
"روح" اس سے رخصت ہو جاتی ہے تو اس کے تمام حواس اور قویٰ معطل ہو
جاتے ہیں اور وہ "مردہ" کہلاتا ہے"[1]

روح کیا ہے ؟

عام طور پر "روح" ایک "لطیف بخار" ہے ! جس کو "روح حیوانی" اور "نسمہ" بھی کہتے ہیں جو ہر چہار اخلاط خون، بلغم، صفرا اور سودا سے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی کا دارومدار بھی یہی "روح" ہے۔ اگر یہ موقوف ہو جائے تو انسان کی نشو ونما اور افعال وکاروبار تعطیل میں پڑ جائیں :

حضرت شاہ صاحب اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ

"ذرہ سے غور سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے جسم میں ایک "لطیف بخار" ہے جو قلب کے اندر خلاصہ اخلاط سے پیدا ہوتا ہے ! قوائی حس وحرکت اور قویٰ تغذیہ وتنمیہ کا وجود اور ان کے عمل کا قائم رہنا اسی لطیف بخار کے وجود سے وابستہ ہے جب تک یہ موجود ہے انسان زندہ رہتا ہے اس کا مدبر بدن ہونا موقوف ہو جائے تو اس کا نام "موت" ہے !"[2]

تحقیق روح اور تقسیم

عرف عام میں "روح" اگرچہ ایک ایسی چیز کا نام ہے جو "انسان" کے جسم میں سرایت کئے ہوئی ہے۔ اور انسان کے افعال واقوال انہی کے وسیلہ سے سرزد ہوتے ہیں (جیسا اوپر گذر چکا) لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اصل "روح" اور ہے یہ "روح" اس کے نقط غلاف کا کام دیتی ہے ! پہلے "روح" کا نام جو جنس حیوانات سے ہے "روح حیوانی" اور "نسمہ"

---

[1] حجۃ اللہ۔ جزء اول۔ ص ۱۸ [2] حجۃ اللہ۔ جزء اول۔ ص ۱۶

رکھا گیا ہے۔ جب کہ دُوسرے اصلی روح کو جو جنس ملائکہ سے ہے "روح انسانی" اور روح فارسی کہتے ہیں!

حضرت امام شاہ ولی اللہؒ اس مقام پر رقمطراز ہیں کہ:

"ہر ایک شخص جو اس (روح حیوانی) کو سرسری نظر سے دیکھتا ہے اس کو روح سمجھتا ہے۔ لیکن جو لوگ گہرا سوچتے ہیں ان کو یقین ہے کہ یہ حقیقی روح نہیں بلکہ اس کا غلاف ہے یا اس کا خول ہے۔ اصل روح جس کو "روح انسانی" کہنا چاہئے اس کی حقیقت کچھ اور ہے"[1]

روح حیوانی

پہلا روح "روح حیوانی" ایسا لطیف بخار ہے جو انسانی جسم میں ایسے پھیلا ہوا ہے جیسے "بجلی" اپنی تاروں میں سرایت کئے ہوئی ہے! انسانی جسم کبھی پتلا اور کبھی موٹا ہو جاتا ہے کبھی کس غذا اور دوا کھانے سے جان میں تروتازگی پاتا ہے تو کبھی لاغر ہو جاتا ہے اور افعال میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے یہ سب اس "روح حیوانی" کے اثرات ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "یہ (روح حیوانی) وہ روح ہے جس میں طبیب تصرف کرسکتا ہے کیونکہ بخار لطیف ایک مادی چیز ہے"[2]

دوسری جگہ پر فرماتے ہیں کہ "اگر اس بخار کی تولید میں جس کا نام "روح حیوانی" ہے کسی مرض کے پیش آنے یا کسی دوا کے کھانے سے فرق آجائے تو اعضاء کے افعال اور قویٰ میں بھی اسی نسبت سے تغیر پیدا ہوتا ہے یہ روح سارے جسم میں سرایت کئے ہوتی ہے"[3]

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے مذکورہ بحث کے موافق فرمایا ہے کہ "آدمی کے اندر دو روح ہیں ایک روح بجنس حیوانات سے ہے اسے "روح حیوانی" کہتے ہیں اور ایک روح بجنس ملائکہ سے ہے اسے "روح انسانی" کہتے ہیں! یہ روح حیوانی اخلاط باطن حیوان کا ایک لطیف بخار ہے اور معتدل مزاج ہے اور دل سے متحرک رگوں کے ذریعہ

---

[1] حجۃ اللہ جزء اول ص ۱۸ [2] حجۃ اللہ جزء اول ص ۱۸ [3] حجۃ اللہ ص ۱۸

تمام اعضاء میں پہونچ جاتا ہے اور یہی روح آدمی کے جسم کو اٹھائے والی اور حس و حرکت کی قوت ہے۔ آنکھوں کو اس سے قوت بصارت اور کانوں کو قوت شنوائی حاصل ہوتی ہے اور تمام حواس اس سے اس طرح طاقت پاتے ہیں :

آگے ایک چھوٹی سی مثال وضاحتہً بیان فرمائی ہے کہ " اس (روح حیوانی) کی مثال چراغ کی مانند ہے جب گھر میں آتا ہے گھر کی دیواریں روشن ہو جاتی ہیں ۔ اور جس طرح چراغ کی روشنی دیوار پر ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قوت بینائی و شنوائی اور تمام اعضاء کی قوت اسی روح سے پیدا ہوتی ہے" [1]

روح انسانی

انسان کے لئے ایک " روح حیوانی " ہے (جس کا ذکر اوپر ہو چکا) اس کے علاوہ ایک اور روح ہے جس کا نام " روح انسانی "، " روح قدسی " اور فلسفیوں کے نزدیک اسے " نفس ناطقہ " کہتے ہیں ! یہ روح " روح حیوانی " کی قسم سے نہیں ہے جو ایک ہوائے لطیف اور بخار پختہ اور صاف ہوا کے مانند ایک جسم ہے :

بلکہ یہ روح (روح انسانی) ایک غیر مادی چیز ہے اور اس میں بالذات رد و بدل، تغیر و تبدل نہیں ہوتا ! باقی جو اس کو تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے وہ " روح حیوانی " کے واسطے سے ہوتا ہے ! یہ روح (روح انسانی) ہر ایک آدمی میں ایک ہی حالت میں ہمیشہ موجود رہتی ہے ! اور اس کا بالذات تعلق روح حیوانی سے ہوتا ہے اور بواسطہ روح حیوانی جسم انسانی سے بھی تعلق رکھتی ہے اور روح حیوانی اس کے واسطے سے عالم قدس سے فیض حاصل کرتی ہے اور یہ بالذات فیض اخذ کرتی ہے ! بہرکیف یہ روح (روح انسانی) اس عالم سے نہیں ہے بلکہ عالم علوی سے ہے اور فرشتوں کے جوہر سے ہے اور اس کا اس جہان میں آنا محض مسافرانہ ہے اور وہ اپنی ذات کی خواہش سے نہیں آیا بلکہ اسی کا یہ سفر محض اس لئے ہے کہ وہ ہدایت سے اپنا زاد راہ لے لے :

---

[1] کیمیائے سعادت ص / حجۃ اللہ جزو اول - ص ۱۹

اب دیکھیں کہ " روح انسانی " کے متعلق حضرت شاہ صاحب کیا فرماتے ہیں :-

" اس (روح انسانی) کے احوال اور عوارض جو بواسطہ (جسم اور روح حیوانی) اس کو پیش آتے ہیں ان میں بے شک تغیر اور اختلاف ہوتا ہے لیکن روح انسانی بذات خود غیر متبدل ہے چھوٹے اور بڑے میں وہ یکساں طور موجود رہتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ " براہ راست اس کا تعلق روح حیوانی سے ہے اور بالواسطہ اس کا تعلق جسم خاکی سے ہے جس میں براہ راست روح حیوانی کا تصرف ہوتا ہے "

آگے فرمایا ہے کہ " یہ نسمہ (روح حیوانی) اپنی استعداد کے مطابق روح انسانی کے توسط سے عالم اقدس کا فیض اخذ کرتا ہے براہ راست اس کو وہاں تک رسائی نہیں " [1]

ہم نے " روح انسانی " کی تشریح میں ابھی ابھی یہ لکھا آئے ہیں کہ وہ بالذات غیر متبدل و متغیر چیز ہے ۔ شاہ صاحبؒ اس کی دلیل میں یوں رقمطراز ہیں کہ

" ایک بچہ نشو و نما پاکر جوان ہوتا اور پھر بوڑھا ہو جاتا ہے اس کے اخلاط بدن اس اثناء میں ہزار سے بھی زائد مرتبہ بدلتے ہیں اور جن اخلاط (یا باصطلاح حال خلیات) سے بچپن میں اس کا جسم بنا تھا جوان ہو کر ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا وہ لطیف بخار جس کو روح حیوانی کہتے ہیں اس کی کیفیت بھی بدل جاتی ہے پہلے وہ نادان محض تھا اب وہ اچھا خاصہ صاحب علم بن گیا ہے اس طرح اس کے دوسرے اوصاف بھی برابر بدلتے رہتے ہیں لیکن شخص مذکور ان تمام مختلف منازل حیات میں جوں کا توں رہتا ہے بچپن میں وہ زید تھا تو اب ساٹھ ستر سال کے بعد بھی وہی زید ہے ۔ اس سے ہم اس نتیجہ پہ پہونچتے ہیں کہ جس ہستی کو مثلاً زید موسوم کیا گیا ہے وہ نہ تو اس جسم خاکی کا

---

[1]

نام ہے اور نہ ہی "روح حیوانی" کا کیونکہ ان دونوں کو بقا نہیں وہ سینکڑوں بار اس اثناء میں بدلتے ہیں لیکن جس ہستی کو ہم "زید" کہتے ہیں وہ برابر باقی اور موجود ہے یہ ہستی اس کی "روح انسانی" ہے جو ایک غیر مادی چیز ہے!^[1]

موت کے بعد

مرنے کے بعد "نسمہ اور" روح انسانی کا تعلق رہتا ہے :- جب یہ جان چکے کہ انسان میں دو روح موجود ہیں ایک "روح حیوانی" اور دوسرا "روح انسانی" اور ہر ایک کی تشریح اور تفسیر بھی معلوم کر چکے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ "روح حیوانی" مدبر اور متصرف جسم انسانی ہے۔ اور یہ بھی جان چکے کہ "روح حیوانی" اور "روح انسانی" میں ایک قسم کا تعلق ہے اور یہ بھی جان لیا کہ جب تک اس روح حیوانی کی تولید کی استعداد باقی ہے انسان زندہ ہے اور جب موقوف ہوئی تو انسان مردہ کہلاتا ہے! تب جاننا چاہئے کہ بسبب عدم پرورش روح حیوانی کے انسان کو جب موت واقع ہوتی ہے۔ تب یہ روح حیوانی (جس کو نسمہ بھی کہتے ہیں) روح انسانی (جس کو روح قدسی بھی کہتے ہیں) سے جدا نہیں ہوتی بلکہ پہلے جیسا باہم تعلق باقی رہتا ہے۔ اس کی مثال ایک انسان کی ہے جس کی اگر آنکھیں نکال بھی لی جائیں تب بھی اس میں بینائی کا ملکہ موجود رہتا ہے۔ کیونکہ روح حیوانی "روح انسانی" کے لئے سواری ہے اور سواری کے استعداد تولید ختم ہونے سے سوار اس سے قطع تعلق نہیں کرتا بلکہ اس کے ختم ہونے سے اس کو کمال تام حاصل ہو جاتا ہے یا نقصان تام۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ روح انسانی کو روح حیوانی کی سواری اس لئے دی گئی ہے تاکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کو شکار کرے اگر اس نے شکار کر لیا ہے تو اس سواری کا استعداد تولید سے محروم ہونا اس کے لئے بہتر ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ موت مومن کے لئے ہدیہ ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کسی کے پاس شکار کرنے

---

[1] حجۃ اللہ جزء اول ۔ ص ۱۸

کے لئے دام ہو اور اس نے اس بوجھ کو اٹھایا ہوا ہو لیکن جب شکار اس کے ہاتھ میں آ جائے تو دام کا ہلاک ہو جانا بھی اس کے لئے بہتر ہے اور اگر خدانخواستہ شکار کے حاصل ہونے سے پہلے دام ہی ضائع ہو جائے تو اس کی حسرت اور مصیبت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور یہ الم اور حسرت پہلے عذاب قبر ہے۔

تعلق مابین روح حیوانی اور روح انسانی کے بارے میں امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ "ہمیں اپنے صحیح وجدان سے یہ معلوم ہوا ہے اور ہمیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ موت کی حقیقت یہ ہے کہ نسمہ (روح حیوانی) اپنے جسم سے جس کا وہ مدبر تھا اور اس میں تصرف کرتا تھا الگ ہو جاتا ہے کیونکہ جسم میں اس بخار لطیف کی تولید کی استعداد باقی نہیں رہتی لیکن روح قدسی (روح انسانی) کے لئے نسمہ برابر اس کی سواری بنا رکھتا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے"[1]

آگے فرماتے ہیں کہ "روح قدسی اور نسمہ کا باہمی تعلق موت کے بعد بھی رہتا ہے"[2] ایک دوسری جگہ یہ فرمایا ہے کہ روح انسانی یا نفس ناطقہ کا تعلق براہ راست نسمہ کے ساتھ ہے اور نسمہ ہی کے ذریعہ اس کا تعلق جسم مادی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے تو جسم مادی سے الگ ہو جانا اس کے حق میں مضر نہیں ہوتا۔ نفس ناطقہ یا روح انسانی پہلے کی طرح نسمہ میں حلول کئے رہتا ہے جو ایک طرح کا ہوائی مادہ ہے۔ اس کی مثال ایک ماہر کاتب کی ہے جس کی اگر انگلیاں کٹ بھی جائیں۔ تب بھی اس میں کتابت ملکہ موجود رہتا ہے[3]

عالم برزخ

انسان جب دنیا میں نیک و بد افعال کر کے موت سے ہم آغوش ہوتا ہے تب انسان کو ایک ایسے عالم کی طرف روانگی اختیار کرنا پڑتی ہے جس کو "عالم قبر" و "عالم برزخ" کہتے ہیں؛ عالم قبر حقیقت میں اس عالم دنیا کا تتمہ ہے وہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ ہم سے در پردہ اور غائبانہ ہوتا ہے اور اس کا دار و مدار اس دنیا پر ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ:-

---

[1] حجۃ اللہ ص ۱۹ [2] حجۃ اللہ ص ۱۹ [3] حجۃ اللہ ص ۱۸

" عالم قبر دراصل اس دنیاوی زندگی کا تتمہ ہے اور اس کی بنیاد بھی اس دنیا پر رکھی گئی ہے وہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے گویا پس پردہ ہوتا ہے"[۵]

ملاحظہ ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے (جیسے اوپر گذر چکا) کہ مرنے کے بعد " نسمہ" کا تعلق روح انسانی سے رہتا ہے جیسا پہلے تھا ورنہ اگر یہ نسمہ باطل ہو جائے تو انسان کو جزا و سزا کیسے ملے گی بات اور یہ بات ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے کہ جب جسم انسان سڑ گل کر فنا ہو جاتا ہے تب اس کو عالم مثال سے ایک جسم لطیف عطا کیا جاتا ہے جو قیامت تک باقی رہتا ہے اور وہ جسم لطیف، جسم دنیاوی کی جگہ بھرتا ہے اور اس سے وہ مکلف نہیں ہوتا اور نہ اس کو ہوتا چھینی نکلتی ہے کیونکہ وہ ایک گونہ بہت لطیف ہوتا ہے

عالم قبر (برزخ) میں انسان کی کیفیت

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ عالم دنیا عالم قبر کے لئے ابتدا ہے اور عالم قبر عالم دنیا کے لئے ایک قسم کا تتمہ ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ بیچ میں پردہ آجاتا ہے۔ اب یہ جانئے کہ

عالم قبر (برزخ) میں انسان کی کیفیت " خواب" جیسی ہوتی ہے۔ اس عالم دنیا کے خواب اور اُس عالم دنیا کے خواب میں فرق یہ ہے کہ یہاں انسان خواب میں حواس معطل ہونے سے وہ وہ واقعات و عجائبات دیکھتا ہے جن کو وہ واقعی اور حقیقی سمجھتا ہے کبھی کبھار کھا پی رہا ہے کبھی چلا جا رہا ہے حتیٰ کہ ان کو اگر کوئی خواب میں مارتا ہے تو ان کو تکلیف اور اذیت محسوس ہوتی اور وہ گھبراہٹ کے عالم میں اٹھ بیٹھتا ہے اور آنکھیں ملتے ملتے وہ مناظر ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن قبر (برزخ) میں ایسا خواب واقع ہوتا ہے جس سے بیداری قبل قیامت نہیں ہوگی۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ " جو علوم انسان کے "حس مشترک" میں محفوظ ہوتے ہیں لیکن عالم بیداری کی مشغولیتیں ان کے استحضار سے مانع ہوتی ہیں آدمی سو جاتا ہے اور اس کے حواس معطل ہو کر اس عالم مادی سے گویا اس کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے تو چونکہ

---

۵ حجۃ اللہ جزء اول ص۔ ۳۶

مانع باقی نہیں رہتا اس لئے وہی علوم اور معارف جو اس کے حس مشترک میں محفوظ تھے اس کے سامنے متمثل ہوتے ہیں اور جن کے متعلق اس کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ حقیقی واقعات ہیں اس حالت میں وہ ذرہ بھی شک نہیں کرتا کہ باہر کی دنیا میں ان کا وجود نہیں ۔ [1]

ایک دوسری جگہ پر امام الہند شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ " عالم برزخ میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان کو بھی انہی عالم رویا (عالم دنیا) کے تمثلات پر قیاس کرو اور سمجھ لو کہ یہ بھی ایک عالم رویا ہے ۔ فرق یہ ہے کہ عالم رویا میں تو انسان بعض واقعات دیکھ کر بہت جلد اس عالم مادی میں واپس آجاتا ہے لیکن عالم برزخ کی نیند اس قسم کی ہے کہ قیامت سے پہلے آدمی کو جاگنا نصیب نہیں ہوتا ۔ "

قبر میں تنعیم و تعذیب

حقیقی بات یہ ہے قبر کا عذاب یا ثواب انسانی اعمال کے برے یا اچھے ہونے کا نتیجہ ہے ۔ اس لئے انسان کے پاس ان کے اعمال خود باشکال مختلف بشکل بد یا خوب رونما ہوتے ہیں ۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ " جب مادی جسم مٹی میں مل کر فنا ہو جاتا ہے تو اسے اپنے اعمال نہایت واضح شکل و صورت میں آنے لگتے ہیں ۔ " [2]

دوسری جگہ پر قمطراز ہیں کہ " وہ علوم جو عالم بالا سے نازل ہوتے ہیں اور جنکے حقائق کے حقائق کے متعلق آدمی کے دل میں کبھی انکار ہوتا ہے ان کا تمثل دو فرشتوں کی صورت میں ہوگا جو اس سے اس قسم کے سوال کریں گے " تمہارا رب کون ہے ؟ تمہارا کیا دین ہے ؟ (یعنی جو دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا اس کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ تھا ؟) تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو ؟ (وہ سچا رسول تھا یا جھوٹ موٹ کہہ کر نبی بنا تھا تمہارا کیا خیال ہے !؟) " [3]

اور کبھی خود ملائکہ برائے تنعیم و تعذیب انسان کے پاس حاضر ہوتے ہیں ۔ اگر انسان کے اعمال

---

[1] [2] حجۃ اللہ جزء اول ص ۲۰ [3] حجۃ اللہ جزء اول ۔ ص ۴۳

اچھے ہیں تو ملائکہ حسین شکلوں میں ان کے پاس آتے جاتے ہیں اور اگر ان کے اعمال برے ہیں تو ملائکہ بدصورت اختیار کرکے ان کے ہاں حاضر ہوتے ہیں ؛ شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ "اگر کسی شخص کے اعمال پسندیدہ ہوں تو وہ قبر میں خوب صورت ملائکہ دیکھے گا ان کے ہاتھوں میں ریشم کے ملبوسات اور مشک ہوگی بعد ازاں بہشت کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور ہر طرف اچھے ناموں سے اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف اگر وہ کافر ہوگا تو اس کے پاس قبیح اور ڈراونی صورت والے فرشتے آئیں گے جن کی آنکھیں نیلی ہونگی اور ان کے ہاتھوں میں کوڑے ہونگے" [۱]

دوسری جگہ پر فرمایا ہے کہ "بہر کیف قبر میں آدمی کو دو قسم کی سزائیں و جزائیں بھگتنی پڑیں گی ۱۔ پہلی یہ کہ اپنی اچھائیوں اور برائیوں کا ادراک اس کے لئے باعث رنج و راحت ہوگا اور جب بھی وہ ملا اعلیٰ کو اپنی جانب نفرت یا خوشی میں دیکھتا ہوا پائے گا اس کی مسرت یا الم کی انتہا نہ رہے گی !

۲۔ جزا و سزا کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہاں بعض فرشتوں کو الہام کیا جائے گا کہ وہ حسین صورت میں متشکل ہو کر باعث مسرت یا آزار ثابت ہوں" [۲]

عالم حشر

فرمان باری تعالیٰ ہے کہ "مرنے کے بعد جی اٹھنا ایسا ہے جیسے نیند کے بعد جاگ اٹھنا" [۳]

قبر میں کچھ عرصہ تک آدمی موجودہ زندگی کو حیات دنیوی جیسا سمجھتا رہے گا۔ اس مدت کو جب تک اس کے نزدیک یہ مماثلت باقی رہے گی "عالم قبر" کہا جائے گا۔ بعد ازاں جب مماثلت کا یہ شعور اس میں بتدریج کم ہوتا جائے گا۔ تا آنکہ جب یہ شعور آدھے سے کم رہ جائے گا تب اسے ملکی قوتوں سے اتصال اور رابطہ پیدا کرنے کا خیال آئے گا۔ جب ملکیت بہیمیت پر غالب آجائے گی تو قبر کا زمانہ اپنی انتہا کو پہونچ جائے گا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "جب انسان کو قبر میں کافی عرصہ گذر جاتا ہے تو اس کے

---

[۱] حجۃ اللہ جزء اول ص ۔۶ [۲] حجۃ اللہ جزء اول ص ۲۲۵-۶ [۳] سورت الانعام رکوع ۵

کے نظام میں خلل پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور وہ (انسان) اپنے طویل خواب غفلت سے بیدار ہونے لگتا ہے یہ اس طرح کہ "نسمہ" (روح حیوانی) کو مادی حیات سے منقطع ہوتے ایک مدت مدید گذر چکی ہوتی ہے اور اس دوران میں وہ نفس انسانی کا تابع بن جاتا ہے" [1]

آگے فرماتے ہیں کہ "اس کے بعد اس پر" عالم مثال" کا انکشاف ہوتا ہے۔ یہ عالم "عالم علم" ہے جس میں جہل کا گذر نہیں نہ اس میں خطا و نسیان کا امکان ہے نہ کسی غلطی کا! عالم مثال "عالم ارواح" کی ایک واضح شرح ہے اور اس مادی دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز کے گرد احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس پر حاوی ہے۔" [1]

تب ارواحوں کو دوسرے اجسام دیئے جائیں گے جو دنیوی اجسام کے مماثل ہوں گے! شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ہر وہ چیز جو دوبارہ تشکیل پاتی ہے وہ پہلی جیسی نہیں ہوتی البتہ اس کے مثل ہوتی ہے چنانچہ قیامت کے دن انسان کو جو دوسرا جسم عطا کیا جائیگا۔ وہ اس دنیوی جسم کی اصل نہ ہوگا البتہ اس کے مثل ہوگا" [2]

اور ان کو پھر جمع کر کے ان میں از سر نو پھونکا جائے گا۔ از سر نو پھونکنے کا مطلب کسی نئی زندگی کا آغاز نہیں ہے کیونکہ یہ زندگی کا تتمہ ہے ان میں وہی نسبت ہے جو سبب کو اپنے مسبب کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسے زیادہ کھانے سے بدہضمی کا نتیجہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "موت کے ذریعہ اس زندگی کا سلسلہ منقطع ہو کر انسان کی ہر چیز گردش زمانہ سے فنا ہو جاتی ہے اور بس ختم۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ موت تو ایک حالت کی تبدیلی ہے" [3]

شاہ صاحبؒ اس سلسلے میں فرما رہے ہیں کہ "یاد رکھو، حشر اجساد جس کے معنی ہے روحوں کا دوبارہ اجسام میں حلول کرنا۔ کوئی نئی زندگی نہیں۔ بلکہ اس حیات حاضرہ کا تکملہ اور تتمہ ہے اور ان دونوں میں وہی نسبت ہے جو سبب کو اس کے

---

[1] بدور ص۔ ۲۰۰ تا ۲۰۱ [2] حجۃ اللہ جزء اول۔ ص۔ ۱۹ [3] جاثیہ رکوع ۳

مسبب یا علت اور معلول نہیں ہوتی ہے۔ جیسے کہ مثلاً غذا سے صالح سبب اور علت ہے جس کا مسبب اور معلول "جسم کی پرورش ہے" اگر ہم فرض کریں کہ حشر بالکل نئی زندگی ہے پھر تو اس کے یہ معنی ہیں کہ جن اشخاص کو آخرت میں نعمت حیات بخشی گئی یہ وہ انسان نہیں جو اس دنیا میں زندہ چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ اگر ایسا ہو تو ثواب اور عذاب کا دیا جانا یقیناً بغیر سبب اور موجب کے ہوگا[1]

حساب کتاب

اس کے بعد ہر ایک انسان کے اعمال نیک و بدنیاں کئے جائیں گے اور ان کو ترازو میں تولا جائے گا اور احتساب کیا جائے گا بعد میں ان کو دوزخ کے اوپر بنی ہوئی تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک پل سے گذرنا پڑے گا !

پل سے مراد

شاہ صاحبؒ نے "خیر کثیر" میں لکھا ہے کہ پل سے مراد شریعت کا سیدھا راستہ ہے اس لئے جو روز محشر تلوار سے تیز اور بال سے باریک جسمانی صورت میں رونما ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ الآیۃ" "یہ میرا سیدھا راستہ ہے جو اس لئے اس پر گامزن رہو اور دوسری راہیں مت اختیار کرو" کی وضاحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ایک سیدھی لکیر کھینچ کر فرمائی تھی جس کے اردگرد دوسری ٹیڑھی لکیریں تھیں[2]"

میزان سے مراد

ترازو سے مراد لوگوں کے اچھے اور برے افعال کی وہ خاص مقدار ہے جس میں وہ روز حشر ظاہر ہوں گے اس مقدار کا عالم مثال اور عالم مادی کے بین بین ایک طرح کی مادی صورت میں ظہور ہوگا !

حوض کوثر | حوض کوثر کے متعلق شاہ صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ حوض کوثر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] حجۃ اللہ ص ۷۰ [2] خیر کثیر ص ۲۰۴ [3] خیر کثیر ص ۲۰۱

کی ہدایت مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں عطا کی گئی تھی۔ اور جو دنیا میں پھر جاری ہو گئی۔ اور یہ اس دن پانی کی صورت میں ظاہر ہو گی اس لیے کہ علم اور پانی میں باہم گہری مشابہت ہے۔ ہر نبی کا اپنا اپنا حوض ہو گا لیکن آنحضرت کا حوض بقیہ حوضوں کے لیے اصل ہو گا۔ اپنی مادی زندگی میں جس نے شریعت کی دل کھول کر پیروی کی ہو گی، وہ اسی تناسب سے اس حوض کوثر سے آب کوثر کے حیات افروز جام پر جام پیئے گا۔ اور جس نے پیروی سے پہلو تہی کی ہو گی وہ اتنا ہی قلیل حصہ پائے گا۔

جنّت اور دوزخ

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "احتساب" ہوتے ہی بعض جنت میں داخل ہوں گے اور بعض دوزخ میں۔ خدا تعالیٰ کی جمالی تجلی کا دوسرا نام "بہشت" ہے۔ اور جلالی تجلی کا نام دوزخ ہے۔ فردوس میں اس کی جمالی تجلی حوروں، لذیذ کھانوں، خوشنما ملبوسات اور پر تکلف محلات کی شکل میں ظاہر ہو گی۔ اور دوزخ میں اس کی جلالی تجلی اس کے برعکس صورت اختیار کرے گی۔ ؎۱

بعض اشیاء کے تمثلات ؎۲

جب کہ شاہ صاحبؒ نے بعض اشیاء کے آخرت میں تمثلات بیان فرمائے ہیں ان کو اگر مجملاً یہاں بیان کیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "نماز آخرت میں حور و قصور کی شکل میں متمثل ہوتی ہے۔" تسبیح و تکبیر اور تہلیل و حوقلہ، ان تمام اذکار کی ہیئت وحدانیہ بسیطہ شجبیہ علویہ ہے اور ان کا تمثل اشجار حسنہ کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس مقام پر کچھ تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ "تسبیح و تکبیر، تہلیل و حوقلہ کا تمثل غیر پھلدار مستقیم القامتہ درختوں کی شکل میں ہوتا ہے جیسا کہ سرو اور صنوبر کے درخت۔" اور "تحمید و تکبیر کا پھلدار درختوں کی شکل میں ہوتا ہے۔" اور "سبحان اللہ وبحمدہٖ دونوں فضیلتوں کا جامع ہے۔"

؎۱ خیر کثیر صفحہ ۲۰۳

؎۲ خیر کثیر صفحہ ۲۰۹ - ۲۱۲ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷

چند سزاؤں کا بیان

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جس کے جرائم کا تعلق ان امور سے ہے کہ جنھیں معنوی طور پر بڑی عظمت حاصل ہے مثلاً تکذیب قرآن، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا، اور لوگوں کو گمراہ کرنا، ایسے شخص کو صعود کے پہاڑ پر (دوزخ میں) چڑھنے اترنے میں مبتلا کیا جائے گا۔

اور جس کی عادت بخل اور زکوٰۃ نہ دینے کی ہے، اونٹ، بیل، گائے، بھیڑ اور بکری اس کو اپنے پیروں سے روندیں گے۔ اور مال و دولت ایک گنجے اژدھے کی شکل میں متمثل ہوکر اسے بار بار کھینچے گا اور اس کے گلے کا طوق بنا رہے گا کیونکہ آخرت میں مال و دولت سانپ کی شکل میں متمثل ہوتے ہیں جن سے مانعین زکوٰۃ کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھ کو داغا جاتا ہے۔

"اگر کسی کو کلی طور پر مال سے محبت ہے تو اس کا مال اژدھا بن کر اس کے گلے کا ہار بنتا ہے۔"

اور جو شخص سود کھاتا تھا وہ خون کی نہر میں ڈالا جائے گا" وغیرہا من الاجزیۃ۔

آخرت میں معرفت کامل حصہ ہوگی

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "ہمارا ذوق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انسان کو آخرت میں جو معرفت حاصل ہوگی وہ کامل اور تام ہوگی کہ جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا خواہ نبی ہو یا ولی۔ عارف کو وہاں بہ نسبت عامی کے زیادہ حور و قصور ملیں گے۔ اور سب تجلی ذاتی سے بہرہ یاب ہوں گے۔ مگر عوام کو اس راز کی توجہ وقتاً فوقتاً حاصل ہوگی۔ اور خواص کو اس سے بہت زائد اور اخص حضرات کے لیے تجلی دائمی ہوگی۔ کوئی دوسری حالت اس میں خلل انداز نہ ہوگی۔ اور ہدایت یافتہ حضرات میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا کہ جو جنت میں حور و قصور اور دیگر نعمات سے محظوظ نہ ہو۔